خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 56

Track - 1

29:00

''سوال جواب''

سوال: ایک سوال کسی بھائی نے پوچھا ہے جس میں پوچھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے علوم انسان کو دینے کے لئے کیا معیار طلب کیا ہے؟ اور اس معیار پر کس طرح اترا جاسکتا ہے؟ یعنی کائناتی علوم سمجھنے کے لئے معیار پوچھا ہے کس معیار کا انسان کو ہونا چاہئیے؟

جواب:

بسم اللہ......

ہم جب علوم کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں یا علوم کے سیکھنے کا تذکرہ کرتے ہیں یا ہم علم سیکھتے ہیں یا سیکھنا چاہتے ہیں یا اپنی اولادوں کو کوئی علم سکھانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے جو بنیاد ہے وہ یہ ہے کہ اس علم کو سکھانے کے لئے کوئی استاد ہو۔ دنیا میں کوئی بھی علم کوئی بھی فن ایسا نہیں ہے جو استاد کے بغیر آتا ہو۔ اگر کوئی علم بظاہر استاد کے بغیر آتا بھی ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی استاد ہوتا ہے اور اور استاد کا ذہن ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی جوتا بناتا ہے ۔ وہ جوتا سینے کے فن سے واقف نہیں ہے۔ اور جوتا سینے کے فن کو کسی استاد سے نہیں سیکھتا۔ وہ جوتا کیسے بنائے گا؟ وہ جوتا اس طرح بنائے گاکہ اس کے سامنے کوئی جوتا ہوگااور وہ اس جوتے کی نقل کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استاد کی ضرورت اس جوتے نے پوری کی۔ یعنی پہلے کسی نے جوتا بنایا۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ کسی موچی کی شاگردی اختیار کریں وہ آپ کو یہ بتائے کہ پیر کا پتاوا اس طرح بنتا ہے ، اوپر کا حصہ اس طرح بنتا ہے اور سلائی اس طرح ہوتی ہے، ایڑی کی طرف سے جوتااتنا ہونا چاہئیے، پنجے کی طرف سے اتنا چوڑا ہونا چاہئیے۔ تو اس کا مطلب ہے کسی آدمی نے استاد سے جوتا بناناسیکھا۔ دوسری صورت یہ کہ آپ نے اس جوتے کو دیکھا اس پر غور کیا، اس کو کھول دیا۔ کھولنے کے بعد آپ نے یہ دیکھا کہ اس کی سلائی کس طرح ہوئی ہے اور اس سلائی کی بنیاد پر آپ نے جوتا بنالیا۔ تو اس کو ہم یہ کہیں گے کہ آپ نے استاد کا جو فن ہے وہ جوتے سے سیکھ لیا۔ تو اس کا مطلب یہ کہ استاد کی جگہ تو تب بھی خالی نہیں ہے۔ اگر کوئی استاد کبھی جوتا نہ بناتاتو آپ جوتا نہیں بناسکتے تھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اسکولوں میں بھیجتے ہیں۔ وہاں وہ الف بے یا اے بھی سی ڈی پڑھتا ہے۔ اور اس استاد کی نگرانی میں پڑھتا چلا جاتا ہے۔بی اے ہوجاتا ہے ، ایم اے ہوجاتا ہے۔ پی ایچ

ڈی ہوجاتا ہے۔ جو بھی سیکھتا ہے بن جاتا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ بچے وہی
زبان سیکھتے ہیں جو والدین بولتے ہیں۔ ان کو یعنی بچوں کو الف بے تے ثے یا
کتاب سے یا قلم سے یا تختی سے مادری زبان نہیں سکھائی جاتی۔ لیکن بہرحال
اس کو اسی طرح کہاجائے گا کہ بچے نے ماں کو اور باپ کو اپنا استاد سمجھ کر
لاشعوری طور پر وہ زبان سیکھی جو ماں باپ بولتے ہیں۔ یعنی اسے ایسا ایک
ماحول مل گیاکہ اس ماحول سے اس نے بجائے اس کہ کہ استاد کہتا ... پے الف پا
... نون یے زیر نی ... پانی... پے سے پانی سیکھتا اس نے ماں باپ کو کہتے سنابار
بار سنا۔ والدین سے بچوں سے کہلایا پانی ۔ آپ دیکھیں چھوٹے چھوٹے بچے ماں
باپ گھر سے سکھاتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے سیکھتے ہیں ۔ ابا اماں انا تایاچھوٹے
چھوٹے لفظ بچوں کو سکھاتے ہیں۔ اور اس چھوٹے چھوٹے لفظ بڑے بڑے لفظوں
میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ بچے مادری زبان بولنا سیکھ لیتاہے۔ تو صورت یہ ہے کہ
جو مادری زبان والدین بولتے ہیں وہی بچے بولنے لگتاہے۔مثلاً اب پنجابی زبان ہے
اب اس میں راولپنڈی کی زبان الگ ہے، لاہور کی الگ ہے ، ملتان کی الگ ہے،
سرائیکی بالکل ہی الگ ہے۔ملتانی بالکل ہی الگ ہے۔ حالانکہ پنجابی زبان ہی
ہے۔ بعض گھروں میں ایسی زبان بولی جاتی ہے جو بڑی ادبی ہوتی ہے۔ ادب
ہوتا ہے آئیے جائیے بیٹھئے کھائیے، تشریف رکھئیے۔ اور کہیں ایسا ہوتا ہے کہ وہ
والدین جو ہیںآؤ، جاؤ ، کھاؤ۔ تو اس پر اگر آپ غور کریں گے تو سمجھ میں یہی
بات آتی ہے کہ بچے بھی وہی زبان سیکھتا ہے جو اس کے والدین یعنی اس کے
استاد اسے سکھاتے ہیں۔ مقصد یہ ہواکہ دنیا کا کوئی بھی علم ایسا نہیں ہے کہ
جوآپ بغیر استاد کے سیکھ سکیں۔یہ قاعدہ ہے کلیہ ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا
ہے کہ ماورائی علوم کیسے سیکھیں ، آسمانی علوم کیسے سیکھیں؟کوئی قاعدہ
تو نہیں ہے۔استاد کے بغیر تو آپ نہیں سیکھ سکتے۔ تو ماورائی علوم سیکھنے کے
لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو استادفراہم کئے ہیں وہ پیغمبر ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ
نے اس زمین کے اوپر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے ہیں۔یعنی ایک لاکھ
چوبیس ہزار قدسی نفس حضرات استاد بن کر نوع انسانی کے لئے آئے۔ تاکہ وہ
انسانوں کو وہ علوم سکھادیں جو علوم اللہ تعالیٰ نے انہیں خود سکھائے فرشتوں
کے ذریعے سکھائے۔اب حضور پاک ﷺ غار حرامیں تشریف فرما ہیں۔اللہ تعالیٰ
چاہتے براہ راست قرآن پڑھا سکتے تھے حضرت جبرئیل کو بھیج دیا۔یعنی اللہ
تعالیٰ نے ان کے اور اپنے درمیان میں حضرت جبرئیل کو ایجنسی بنا کر بھیجااور
انہوں نے کہا ... اقراء باسم ربک الذی خلق... خلق الانسان من العلق... ۔ اب
مقصد یہ کہ اگر آپ کو آسمانی علوم سیکھنے ہیںتو آپ کو وہی درسگاہ اسی
درسگاہ کا انتخاب کرنا پڑے گاجس درس گاہ میں روحانی علوم سکھائے جاتے
ہیں۔ اور وہ جتنی بھی درسگاہیں ہیں وہ پیغمبروں کی درسگاہیں ہیں، الہامی
کتابیں ہیںمثلاً قرآن پاک ہے، تورات ہے، زبور ہے ، انجیل ہے وغیرہ وغیرہ۔بہت
سارے صحائف ایسے ہیںجن کا تو کچھ پتہ ہی نہیں۔ کیا نازل ہوئے۔ اس لئے کہ
ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبراس دنیا میں تشریف لائے تو کتابیں بھی تو ہزاروں

کی تعداد میں آئی ہوں گی ناں ہمارے سامنے تو چارکتابیں ہیں۔ تو اب اگر کوئی
آدمی روحانی علوم سیکھنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے تو اس کے
لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ پیغمبروں کی طرز فکر کو اپنائے۔ یعنی
پیغمبروں کو اپنا استاد مانے۔ کہ پیغمبر کس طرح سوچتے ہیں۔ پیغمبر کس طرح
سوتے ہیں۔ پیغمبر کس طرح دنیاوی زندگی گزارتے ہیں۔ پیغمبر کس طرح ماں
باپ کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ پیغمبروں کا اپنی اولاد کے ساتھ کیا سلوک ہے۔
ازواج مطہرات کے ساتھ کیا سلوک ہے۔ جب تک کسی آدمی کے اندر پیغمبرانہ
طرز فکر منتقل نہیں ہوگی وہ صحیح معنوں میں پیغمبر کو اپنا استاد نہیں بنائے
گا۔ اور اس کو کوئی بھی روحانی علوم نہیں آئے گا۔ اب پیغمبروں سے ... اب
پیغمبر تو سامنے ہیں نہیں۔ پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے رہے ۔ ایک
لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے ۔ آخری پیغمبر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ نبوت ختم
ہوگئی۔ اب پیغمبر سامنے نہیں ہے تو اب کیا ہوگا؟ اب پیغمبروں کی چھوڑی
ہوئی کتاب جو ہے وہ ہماری استاد ہوگی اس سے ہم ہدایت حاصل کریں گے۔
اب جیسے قرآن پاک ہے ۔ اب قرآن پاک ایسی کتاب ہے کہ جس میں تمام
روحانی علوم بھی موجود ہیں تمام دنیاوی علوم بھی موجود ہیں۔ دنیاوی ایجادات
کے فارمولے بھی اس میں موجود ہیں۔ آسمانی تسخیر کے فارمولے بھی اس میں
موجود ہیں۔ لہٰذا اگر اب کوئی آدمی روحانی علم سیکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے
استاد کا درجہ جو ہے وہ کتاب قرآن پاک ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن
پاک میں اللہ تعالیٰ نے جو علوم مخفی رکھ دئیے ہیانسانوں کے لئے اس کے
سیکھنے کا کیا معیار ہے؟ قرآن تو موجود ہے۔ قرآن میں آسمانی علوم بھی
موجود ہیں۔ قرآن میں دنیاوی علوم بھی موجود ہیں۔ قرآن میں تاریخ بھی ہے۔
قرآن میں آپ کس طرح زندگی گزاریں وہ بھی موجود ہے۔ تو اب ہمیں قرآن
سیکھنے کے لئے یہ کرنا پڑے گا اگر ہم قرآن کو اپنا استاد بنائیں بنالیں تو اس کو
استاد کیسے بنائیں اور قرآن استاد کس صورت میں بن سکتا ہے ہماراکہ جس
کی بنیاد پر ہم قرآن سے ماورائی علوم اور روحانی علوم سیکھ سکتے ہیں۔ کیا
معیار ہوگا اس کا ؟ اب قرآن پاک کی پہلی آیات میں ہ معیار اللہ تعالیٰ نے یہ بیان
کیا ہے بڑی واضح بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... الم ذالک الکتاب... یہ جو
معیار ہے اللہ تعالیٰ بیان کر رہے ہیکون سے معیار سے آپ قرآن کو سمجھ سکتے
ہیں۔ کون سے معیار سے آپ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ سکتے ہیں۔کس معیار کو آپ
اپنا کر روحانی علوم سیکھ سکتے ہیں۔ اور کس معیار کو آپ اپنا کر غیب کی دنیا
میں داخل ہوسکتے ہیں۔بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا ہے۔
آپ غور کریں سورہ بقرہ کا پہلا رکوع ہے۔ ... الم ذالک الکتاب...بہت سیدھی
سیدھی سی بات... ذالک کے معنی یہ... کتاب کتاب معنی قرآن پاک یعنی اللہ کا
کلام۔ قرآن مجید آسمانی کتاب ۔ ذالک الکتاب... یہ کتاب۔ لا ریب ... یہ کتاب
ایسی ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک اور شبہے کی گنجائش نہیں ہے۔
لاریب فیہ... اس میں کوئی بھی شک نہیں ہے وسوسہ نہیں ہے بے یقینی نہیں

ہے ۔ آپ یہ نہیں سوچ سکتے کہ اس میں نعوذ باللہ کوئی شیطان نے کوئی دخل
دے دیا ہے ... نہ! لاریب فیہ ... لاریب ... نہیں کوئی شکہ فیہ... یہ ایسی کتاب
ہے اللہ کی رسول اللہﷺ پر اللہ نے نازل فرمائی کہ اس میں کسی بھی قسم کا
کوئی شک نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ
ضروری ہے کہ انسان کے اندر شک نہ ہو۔ اگر انسان کے اندر شک ہوگا تو وہ
قرآن پاک سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے اس کتاب میں شک ہے ہی نہیں۔
جب شک ہی نہیں ہے تو ایک مشکوک آدمی اس کتاب سے کیسے فائدہ اٹھا سکتا
ہے ؟ شک نہ ہونے کا مطلب یہ کہ بس قرآن نے جو کہہ دیا بس کہہ دیا۔ ایسا
نہیں ہے کہ آپ نے کہاکہ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے یہ مطلب بھی
ہوسکتا ہے ۔ نہیں اس کا یہ مطلب نہیں یہ ... نہ! لاریب فیہ ... لاریب ... ریب
کہتے ہیں شک کو۔ لا معنی نہیں۔ فیہ معنی اس میں۔ لاریب ... نہیں ہے شک
اس میں۔ یعنی یہ کتاب ایسی ہے اس میں شک شبہے کی کوئی گنجائش نہیں
ہے ۔ لہٰذا کوئی ایسا آدمی جس کے اندر شکوک و شبہات ہوں گے بہ یقینی
ہوگی وسوسے ہوں گے تو اس کتاب سے آپ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔دوسری بات
اللہ تعالیٰ نے ... دیکھیں معیار بیان کیا جارہا ہے... کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرز
فکرکو اگر اپنائیںتو اس کا کیا معیار ہوگا؟ آپ اللہ کی کتاب سے استفادہ حاصل
کرنا چاہیں اس کا کیا معیار ہوسکتا ہے؟ آپ اللہ کی کتاب میں جو تسخیری
فارمولے ہیں کائناتی ان سے آپ فائدہ اٹھانا چاہیںاس کا کیا معیار ہوگا؟ آپ اللہ
کا عرفان حاصل کرنا چاہیں۔ غیب کی دنیا میں داخل ہونا چاہیں۔ فرشتوں کو
دیکھنا چاہیںاس کا کیا معیار ہوگا؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ معیار یہ ہے کہ
ہمارے اندر شک نہیں ہونا چاہئیے۔ بس جو اللہ نے کہہ دیا ٹھیک ہے ۔ اللہ کے
رسول ﷺ نے کہہ دیا ٹھیک ہے۔ اس میں ہماری عقل جو ہے زیر بحث نہیں آئے
گی۔ اگر عقل زیر بحث آئے گی تو شک پیدا ہوگا۔ دوسری بات معیار سے متعلق
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دوسرا معیار یہ ہے ... ھدی اللمتقین... ۔ پہلی بات تو یہ
ہے کہ انسان کے اندر شک نہیں ہونا چاہئیے۔ یقین ہونا چاہئیے۔ دوسرا معیار یہ
ہے کہ یہ کتاب جو قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ پر نازل فرمائی
ہے یہ کتاب ہدایت دیتی ہے متقین کو۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ھدی للمسلمین نہیں
کہا ہے ۔ ھدی للمنافقین نہیں کہا۔ ھدی للکافرین نہیں کہا۔ ھدی للمشرکین
نہیں کہا۔ ھدی للمتقین ... شر ط ہے اگر اس کتاب سے آپ کو فائدہ اٹھانا ہے تو
آپ کو متقی ہونا ضروری ہے۔ غیر متقی آدمی اس کتاب سے کبھی استفادہ
حاصل نہیں کرسکتا۔ اب دو معیار آگئے۔ ایک معیار یہ کہ ہمارے اندر شک نہ ہو۔
یعنی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے معاملات میں ہمارے اندر شک نہ ہو۔ بس جو
اللہ نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ جو اللہ کے رسول نے کہہ دیا ٹھیک ہے ہماری
سمجھ میں آتا ہو نہ آتا ہواس سے کوئی بحث نہیں بس چونکہ اللہ نے کہہ دیا
اس لئے یقین ہے ۔ بس جو رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا بس ٹھیک ہے۔ دوسرا معیار
یہ ہے کہ ایک تو شک نہیں ہونا چاہئے لیکن شک کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر اتقا

بھی ہونا چاہئے۔ تقویٰ بھی ہونا چاہئے۔ طہارت بھی ہونی چاہئے۔پاکیزگی بھی
ہونی چاہئے۔ایک آدمی کے اندر شک نہیں ہے لیکن وہ پاکیزہ نہیں رہتا۔ ایک
آدمی کے اندر شک نہیں ہے لیکن وہ ظالم ہے ۔ ایک آدمی کے اندر شک نہیں ہے
لیکن وہ اللہ کی طرف رجوع ہی نہیں کرتا۔ پہلی بات تو یہ کہ شک نہیں
دوسری بات یہ کہ وہ آدمی متقی ہو اس کے اندر تقویٰ ہو۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ
جو بھی بات کہتے ہیں وہ پوری کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں کہتے ہیں .... کہ
قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹی سے چھوٹی
اور ہر بڑی سے بڑی بات کی وضاحت کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بات کردی وہ
ادھوری نہیں کہتے۔ آپ قرآن پڑھیں۔ مشکل تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن پر
غور کرنا ہی چھوڑ دیا۔ قرآن میں کوئی بھی بات ادھوری نہیں ملے گی ۔ پوری
وضاحت ملے گی۔ اچھا صاحب! اب دو معیار ہوئے۔ ایک یہ کہ شک نہ ہو اور
دوسرے یہ کہ آدمی متقی ہو۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ متقی ہونے کا کیا
معیار ہے ۔ متقی کی بھی تو کوئی تعریف ہونی چاہئے۔ ھدی للمتقین ... یہ کتاب
ان لوگوں کو ہدایت بخشتی ہے جو متقین ہیں۔ متقی لوگ کون ہیں؟ ھدی
للمتقین ... الذین ......ہ متقی لوگوںکی کیا تعریف ہے۔ متقی لوگ کون ہوتے
ہیں؟ متقی لوگوں کی فہم کیا ہوتی ہے؟ متقی لوگوں کی طرز فکر کیا ہوتی
ہے؟ الذین یومنون بالغیب... متقی لوگوں کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ
ہوتے ہیں جو غیب کے اوپر یقین رکھتے ہیں۔ اب غیب کے اوپر یقین رکھتے ہیں۔
اب یقین کی کیا

definition

ہے؟ یقین کی بھی کوئی

definition

ہونی چاہئیے۔الذین یومنون بالغیب... یقین کی کیا

definition

ہے یا غیب پر یقین کی ؟ یقین کی

definition

یہ ہے کہ جب تک آپ کسی چیز کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیں اس کا مشاہدہ
نہ کرلیں آپ کے یقین کی تکمیل نہیں ہوگی۔ اس کی مثال میں نے پہلے بھی کئی
دفعہ دی ہے کہ صاحب آپ کسی جج کے سامنے کھڑے رہیں عدالت میں ... بڑی
عدالت میں گواہ کی حیثیت سے آپ وہاں موجود ہیں۔ گواہی دے رہے ہیں ۔
عدالت آپ سے پوچھتی ہے کہ صاحب کیاآپ نے اسے چوری کرتے دیکھا ہے؟ یا اسے
قتل کرتے آپ نے دیکھا ہے؟ آپ کہیں گے صاحب نہیں دیکھتا تو نہیں ہے۔ لیکن
بہت ہی میرے بزرگ ہیں بہت اچھے ہیں نیک لوگ ہیںسمجھے ان کے اوپر پورا پورا

اعتماد حاصل ہے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس نے قتل کیا لٰذا اس بنیاد پر میں
گواہی دے رہا ہوں۔آپ بتائیں کیا عدالت آپ کی اس گواہی کو تسلیم کرلے گی؟
عدالت کہے گی بھئی آپ جائیں اس بندے کو لے آئیں جس نے آپ سے یہ کہا ہے۔
اس کا مطلب ہے شہادت کا تصور اسی وقت قائم ہوتا ہے جب آپ اس چیز کا
مشاہدہ کرلیں۔ ھدی للمتقین ... یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت بخشتی ہے جو
متقی ہیں اور متقی لوگوں کی تعریف یہ ہے کہ وہ غیب کو دیکھتے ہیں غیب کے
اوپر یقین رکھتے ہیں۔ ایک تو تعریف تو یہ ہوئی کہ یعنی ان کے اندر ایسی نظر
کھل جاتی ہے ۔ ان کے اندر روح کی آنکھ کھل جاتی ہے جس روح کی آنکھ سے
وہ غیب کی دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ویقیمون ... پہلی تعریف تو یہ ہے متقی
کی کہ وہ غیب کے اوپر یقین رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رسول
اللہﷺ کی نسبت سے اپنے پیر و مرشد کے فیض سے ان کے اندر وہ نظر کھل جاتی
ہے ان کی وہ روحانی آنکھ کھل جاتی ہے جس روحانی آنکھ سے وہ غیب کی دنیا
کا مشاہدہ کرتا ہے۔ دوسری صورت ... و یقیمون الصلوٰۃ ... اور وہ قائم کرتے
ہیں صلوٰۃ کو۔ صلوٰۃ کا ترجمہ لوگ نماز کرتے ہیں۔ نماز تو قرآن پاک میں صلوٰۃ
ہی آیا ہے نماز نہیں آیا۔ و یقیمون الصلوٰۃ ... صلوٰۃ قائم کرتے ہیں۔ یعنی اللہ
تعالیٰ کے ساتھ ان کا ایک تعلق اور ربط قائم ہوجاتا ہے۔ نماز میں اگر اللہ تعالیٰ
کے ساتھ ربط اور تعلق قائم نہ ہوتو نماز جسمانی طور پر تو ہوگی روحانی طور
پر نہیں ہوگی۔ نماز کا مطلب ہی یہ ہے کہ جب آپ نماز میں کھڑے ہوئے آپ نے
اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی اس کا مطلب یہ کہ آپ نے ہر چیز کی نفی کردی
اور آپ اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ کائنات میں اللہ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔
اللہ اکبر کا مطلب کیا ہے؟ آپ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں ۔ اس بات کا
عہد کر رہے ہیںکہ اب جب ہم مصلّے پر آکر کھڑے ہوگئے اب ہماری حیثیت یہ
ہے کہ ہر چیز کائنات میں چھوٹی ہے اگر بڑائی کسی کو زیب دیتی ہے تو وہ اللہ
تعالیٰ ہیں۔تو متقی لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے ۔ و یقیمون
الصلوٰۃ ... وہ پانچ وقت سات وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دیتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ کی اس حضور ی میں ان کی روح کا ان کے قلب کا اللہ تعالیٰ سے
تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ یہ معیار میں بیان کررہا ہوں متقی کا۔ومما رزقنھم
ینفقون... دوسری بات یہ ہے متقی لوگوں کی تعریف دوسری یہ ہے کہ جو کچھ
وہ خرچ کرتے ہیں یعنی جو وسائل ان کو حاصل ہیں جن وسائل میں وہ زندہ
ہیں ، جن وسائل میں وہ مر رہے ہیں ، جن وسائل میں وہ پیدا ہورہے ہیں۔ جن
وسائل میں وہ شادیاں کررہے ہیں ۔ کھارہے ہیں ۔ پی رہے ہیں۔ اولاد ہورہی
ہے ۔ ان کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ یہ سارے جو وسائل ہیں یہ سارا جو
رزق ہے یہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ اب ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہی دے رہا
ہے آپ دیکھیآدمی جب پیدا ہوتا ہے پہلے سے پورے وسائل موجود ہوتے ہیں۔
کبھی ایسا نہیں ہوا دنیا میں کہ بچہ پیدا ہوا اس کے بعد وسائل بنے ہوں۔ہوا ہے
بھئی کبھی؟ بچہ پیدا بعد میں ہوتا ہے وسائل پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ زمین

بھی موجود ہے۔ ہوا بھی موجود ہے۔ آکسیجن بھی موجود ہے۔ ماں کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے دودھ سے بھردیا ہے۔ والدین میں آپ کے اندر مامتا اور شفقت بھردی تاکہ آپ کو پالے پوسے۔ تمام عزیز محلے رشتے دار بچے جب پید ا ہوتا ہے خوشی خوشی آتے ہیں سب کے چہرے پر سب کو خوشی ہوتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جو بچہ یہاں پیدا ہوا ہے اس کے لئے یہ بھی ایک وسیلہ ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوں اور لوگ اس کی پرورش کریں اور لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کریں۔ تو مما رزقنھم ینفقون...کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیبان کا ذہن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی دیا ہوا ہے ہمارے رب کا دیا ہوا ہے ہمارے اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اولئک علی ھد من ربھم اولئک ھم المفلحون... یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیںاور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح جن کے نصیب میں ہے۔

یہ ایک سوال کیا اللہ تعالیٰ نے کائنات کے علوم انسان سیکھتا ہے اس کا کیا معیار ہے؟ تو اس کا معیار یہ ہے کہ اس کا استاد ہو۔ جیسے کہ میں نے عرض کیا دنیاوی علم بھی کوئی استاد کے بغیر آدمی سیکھ نہیں سکتا۔ پھر یہ کہ اب استاد ایسا ہوجو پیغمبرانہ طرز فکر رکھتا ہو۔اب پیغمبر تو ہیں نہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اب رسول اللہ ﷺ نے جو اللہ کی کتاب چھوڑی وہ ہماری استاد ہے۔ وہ ہماری رہ نما ہے۔ تو اس کتاب سے اگر ہم استفادہ کریں گے اس کتاب نے جو معیار مقرر کردئے ہیںکائناتی علوم سیکھنے کے لئے ان معیارات پر خود کو ڈھال لیں گے تو ہمیں کائناتی علوم آجائیں گے۔ اگر ہم قرآن کے معیارات کو قبول نہیں کریں گے اور قرآن پاک کے بیان کردہ معیارات میں خود کو ڈھال نہیں لیں گے اس وقت تک ہم کوئی بھی روحانی علم نہیں سیکھ سکتے۔ نہ ہم رسول اللہ ﷺ کی جو تعلیمات ہیں ان کو سیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے جوپھیلائے ہوئے علوم ہیں ان کو ہم سیکھ سکتے ہیں۔ جہاں تک علوم سیکھنے کا تعلق ہے کہ صاحب قرآن جو ہے بڑا مشکل ہے وہ سمجھ میں ہی نہیں آتا ہے ایسی مشکل کتاب ہے۔اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک معیار قائم کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیںجہاں قرآن پاک کے علوم کا تذکرہ آتا ہے کہ قرآن پاک سیکھنا چاہئے وہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... ولقد یسرنا لقرآن لذکر فھل من مدکر... میں نے اپنے بندوں کے لئے قرآن کو سمجھنا آسان کردیا ہے ہے کوئی سمجھنے والا؟ یہ قرآن کا معیار ہے۔اگر آپ کے اندر یقین ہے اگر آپ کے اندر تقوٰی ہے۔ اگر آپ کے اندر جو روح ہے وہ روح بیدار اور متحر ک ہورہی ہے تو قرآن آپ کے لئے سمجھنا آسان ہے ... ولقد یسرنا لقرآن لذکر فھل من مدکر...کہ ہم نے اپنے بندوں کے لئے قرآن کو سمجھنا آسان کردیا ہے ہے کوئی سمجھنے والا؟ دوسری بات اللہ تعالیٰ تک رسائی یہ جو انہوں نے کہا کہ کس طرح علوم سیکھے جاسکتے ہیبانہیں یہ سوال بھی کرنا چاہئے کہ ہم اللہ تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ اللہ کو ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ اللہ سے ہم کیسے باتیں کرسکتے ہیں؟ اللہ سے ہم کیسے اپنی درخواستیں قبول کراسکتے ہیں؟ اس کا بھی معیار قرآن

نے بیان کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جب تم ازل میں پید ا ہوئے تو تمہاری روح تھی جسم نہیں تھا۔ تم ناقابل تذکرہ شئے تھے۔ تمہارے اندر روح ڈالی تم بولنے لگے، سننے لگے ، تم دوڑنے لگے ، تم کھانے لگے تم پینے لگے۔ ازل میں جب تمہارے اندر روح پیدا ہوئی تو اس روح کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا... الست بربکم... اے روحوں! کیامیں تمہارا رب نہیں ہوں؟ساری روحیں اس آواز کی طرف متوجہ ہوگئیں۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھااور پھر انہوں نے فرمایا ... قالو ا بلٰی...اے رب العالمین ہم اس بات عہد کرتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ازل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ بھی چکے ہیں۔ ازل میں آپ کی روح اللہ تعالیٰ کی آواز بھی سن چکی ہے۔ آپ کی روح اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے۔ عہد کرچکی ہے۔ تو آپ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ چکے ہیں۔ جسمانی طور پر آپ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ اس لئے کہ آپ نے جسم کو اپنے لئے پردہ بنالیا آپ روح کے اندر اترنا ہی نہیں چاہتے۔اب اللہ تعالیٰ اپنے دیکھنے کا معیار بتاتے ہیں۔ کہ مجھے کوئی دیکھنا مشکل کام نہیں ہے۔ مجھے کوئی دیکھنا مشکل کام نہیں ہے۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں... و فی انفسکم افلا تبصرون... میں تمہارے اندر ہوں میرے بندو تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ ... و فی انفسکم افلا تبصرون... تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں ہو میں تو تمہارے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ اس کا مطلب ہے ایک معیار یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ سے دور نہیں ہیں ہمارے اندر موجود ہے۔ آپ نے سنا ہے ناں کہ اللہ تعالیٰ دل میں رہتا ہے۔کیا مشکل کام ہے؟ آپ دل میں دیکھیں دل میں دیکھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کی تعلیمات سے استفادہ کریں۔استفادہ کریں۔ اس نظر کو متحرک کریں جو نظر ازل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ چکی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے واقف ہوجائیں۔اور جب آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے تو ظاہر ہے آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام بھی ہوسکتے ہیں اللہ تعالیٰ سے بات بھی کرسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے اپنی درخواستیں منظور بھی کراسکتے ہیں۔کیوں ؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ میرے بندو میں تم سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ایک آدمی اپنی ماں سے ہر بات منواسکتا ہے جو ایک حصہ محبت کرتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ تو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بات کیوں نہیں منواسکتے۔یہ جو تمام عالم اسلام میں ابتلا ہے ، یہ ہر جگہ جو مسلمانوں کی خون ریزی ہورہی ہے ، بوسنیا میں دیکھو، انڈیا میں دیکھو، ادھر دیکھو ادھر دیکھو جدھر دیکھو مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمان نے اللہ کا اور اللہ کے رسول کا بنایا ہوا جو معیار ہے اسے چھوڑدیااور اس سے قطع تعلق کرلیا۔اگر آج ہمارے اندر وہی معیارات پیدا ہوجائیںجو معیارات ہمارے اسلاف میں تھے ہمارے بزرگوں میں تھے۔ صحابہ کرام میں تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے اسلاف ہمارے بزرگ تو ساری دنیا میں فتح حاصل کرتے چلے گئے جبکہ وہ تھوڑے سے تھے۔ اور ہم نوے کروڑ مسلمان ایک ارب کے قریب ہر جگہ پٹ رہے ہیں اور

کوئی آواز نہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے ازل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر
اللہ تعالیٰ کی آواز کو سن کر ... الست بربکم...سن کر جب ... قالوا بلیٰ کہا کہ
جی ہاں ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ہم اس آواز کو بھول
گئے ہیںاور اس آواز کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرتے ۔ اور قرآن پا ک میں اگر
تفکر کریں گے تو اس آواز کو ڈھونڈنے کے اس آواز سے فائدہ اٹھانے کے قابل
ہوجائیں گے۔تو بھائی میرے معیار یہ ہے باطنی علوم سیکھنے کاکہ قرآن سے آپ
رجوع کریں۔ اور قرآن کو اپنا استاد بنائیں۔ اور قرآن کو اپنا رہ نما تسلیم کرلیں۔
انشاء اللہ آپ کی حیثیت جو ہے وہ ان لوگوں کی ہوجائے گی......۔